رضوان

لاہور

۲ دسمبر ۱۹۵۷ء / شمارہ ۲۳

ترتیب!

مدیر مسئول سیّد محمود احمد [illegible]

سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کوہ نور پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور سے [illegible]

(حضرت زاہد ص…

خیر سراپا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم … حسنِ مک…

جس نے دکھائی راہِ ہدایت جس نے مٹائی کفر کی ظلمت … ہادیِ کامل …

جس کی شریعت مظہرِ فطرت جس کی رسالت مصدرِ رحمت … جس کی بنائے دیں …

ٹوٹے ہوئے دل جس نے جوڑے بغض و حسد کے رشتے توڑے … لطف و کرم ہے جس کا …

بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لایا جو بھی کہا وہ کر کے دکھایا … علم و عمل کا … لم صلی اللہ علیہ وسلم

جانِ صباحت۔ کانِ ملاحت روحِ لطافت خضرِ عدالت … بالِ صداقت جس کا پرچم صلی اللہ علیہ و…

منبعِ حکمت معدنِ شفقت۔ بحرِ سیاست عینِ صداقت … افضل و اعلیٰ اکرم و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

مہبطِ قرآں کعبۂ ایماں مشعلِ عرفاں مہرِ درخشاں … سرِّ خدا توحید کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے جلائی شمعِ محبت جس نے بجھائی نارِ عداوت … لہرایا عرفان کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

امن و اماں کا جو ہے موسّس جس کا ثناخواں ہر متنفس … بعثت جس کی لطفِ متمّم صلی اللہ علیہ وسلم

کفر و بغاوت کو ٹھکرایا اسلامی پرچم لہرایا … قبلہ نمائے ملّتِ قیّم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عیسیٰ جس کے مخبر حضرت موسیٰ جس کے مبشّر … فخرِ خلیل و نازشِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم

زہد و عبادت میں جو یکتا رشد و ہدایت میں بے ہمتا … جس کی فدائی عفتِ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

عرش ہے جس کا فرشِ کفِ پا جس کو وہاں حق نے پہنچایا … ذرّے سے کونین جہاں کم صلی اللہ علیہ وسلم

باغِ رضا و صبر کا مالی حلم و حیا و عفو کا والی … فقر و غنا میں اشرف و اقوم صلی اللہ علیہ وسلم

یاد ہے جس کی زاہدؔ شاداں جس کی محبت جانِ ایماں

صلی اللہ علیہ وسلم ، صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکہ ماشا اللہ یہ ماڈرن بوائے سرخی اور پاؤڈر کا بھی استعمال کرتا ہے۔ اور فن میک اپ میں اتنی مہارت رکھتا ہے۔ کہ اگر غور سے نہ دیکھا جائے۔ تو کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ صاحبزادے میک اپ کئے کھڑے ہیں۔ لیکن اگر کوئی محقق تحقیقات پر ہی آمادہ ہو جائے تو اس ماڈرن بوائے کے جسم سے سینٹ کی خوشبو۔ گالوں پر لگی ہوئی لالی اور گردن سے لے کر پورے چہرے پر "کولڈ کریم" کا پلاسٹر اور اس پر پاؤڈر کی ایک تہ کو ضرور محسوس کر سکے گا۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ماڈرن بوائے کا کالج شہر کا کوئی مشہور [illegible] یا کسی شاہراہ کا کوئی نکڑ ہوتا ہے۔ بس جناب ماڈرن بوائے کا یہ معمول ہوتا ہے کہ صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر سے نکلا اور کسی بس اسٹاپ پر پہنچ گیا۔

اب یہ بس اسٹاپ پر بڑی بیقراری سے ٹہل رہا ہے اور چہل قدمی کے دوران اپنے تیر نظر سے بس اسٹاپ پر کھڑی ہوئی لڑکیوں کو بھی گھائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کبھی دھوپ کا چشمہ اتار کر صاف کیا جا رہا ہے۔ اور کبھی اسے لگا کر نشانہ بازی کی مشق کی جا رہی ہے۔ سگریٹ بڑے ہیرویانہ انداز میں پیا جا رہا ہے اور دھواں کچھ اس انداز سے چھوڑا جا رہا ہے جیسے کوئی ادیب یا شاعر دھوئیں کے بادلوں میں کسی افسانے کا پلاٹ یا غزل کا کوئی شعر تلاش کر رہا ہو۔ کبھی انگڑائیاں لی جا رہی ہیں اور کبھی سینہ تان کر ہاتھوں کے ذریعے ڈنڈ لگائے جا رہے ہیں۔

غرضیکہ یہ ماڈرن بوائے بس اسٹاپ پر کئی گھنٹے اسی قسم کے مظاہرے کرتا رہتا ہے لیکن اسے کوئی ایسی بس نہیں ملتی جو اسے منزل مقصود تک پہنچا دے۔

اس کے بعد یہ ماڈرن بوائے کسی پارک یا باغ میں بس اسٹاپ کی تھکن اتارتا ہے۔ اور پھر جب کالج کی چھٹی کا وقت قریب آ جاتا ہے۔ تو یہ دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے گھر چلا جاتا ہے دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد کسی دوست کے یہاں پڑھنے کا بہانہ بنا کر سیدھا لارنس گارڈن یا مال پر پہنچ جاتا ہے اور یہاں کم سے کم رات کے دس بجے تک تمام گزرنے والی لڑکیوں کی مردم شماری کرتا ہے۔ ان کے چہرے کے نقش و نگار ان کے لباس اور ان کی وضع قطع کے متعلق جب تمام معلومات بہم پہنچ چکتی ہیں تو پھر گھر کا راستہ لیتا ہے۔ اور جب وہ بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہے تو دن بھر دیکھی ہوئی تمام صورتیں واقعات اور حادثات اس کی نظروں کے گرد رقص کرنے لگتے ہیں اور وہ ان ہی تصوّرات کو اپنی آغوش میں لئے میٹھی نیند سو جاتا ہے۔

موڈرن وائف

"کیوں جی! آج آپ یہ سور کی سی صورت کیوں بنائے بیٹھے ہیں۔؟"

"جی کچھ نہیں!"

"آخر کچھ بکو گے بھی۔"

"میں نے آپ سے کتنی بار یہ درخواست کی ہے کہ آپ بغیر برقعہ اوڑھے گھر سے باہر نہ جایا کریں۔"

"اف میرے اللہ! اس شخص نے تو میری زندگی کو ایک مستقل عذاب بنا دیا ہے جب دیکھو کوئی نہ کوئی ہنگامہ

ضرور کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

پچھلے دنوں میں ذرا اپنی سہیلی کے شوہر کے ساتھ پکچر دیکھنے چلی گئی تو مجھ پر آوارگی کا الزام لگا دیا۔ پرسوں جمیلہ کے گھر چلی گئی۔ تو یہ بات بنائی کہ بغیر بنیان کے میں ململ کی باریک قمیص کیوں پہنی۔ اب تم سے کوئی کیا کہے کہ یہ سڑی گرمی کا زمانہ ہے جی چاہتا ہے کہ بدن پر سے کپڑے پھاڑ کر پھینک دیئے جائیں۔ اور تم کہتے ہو کہ ململ کی قمیص کے نیچے بھی بنیان پہنو۔

بنیان پہنانے سے تو بہتر ہے کہ تم مجھے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دو تاکہ میں جل بھن کر خاک ہو جاؤں۔ آج برقعہ کا ذکر لے بیٹھے ہو۔ اب بھلا اگر کوئی اس ٹرپوں میں بھی جائے تو اپنے اوپر برقعہ کا خول ضرور چڑھا کر جائے۔

نہیں نہیں! مجھ سے تمہاری یہ باتیں ہرگز برداشت نہیں ہوں گی۔ آخر میں بھی عورت ہوں۔ میرا بھی کوئی وجود ہے مجھے ہر جگہ ہر طریقے سے آنے جانے میں اگر تم نے کسی قسم کی رکاوٹ ڈالی تو کہے دیتی ہوں۔ کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں گی۔ اور پھر زندگی بھر تمہارے گھر کا رخ نہیں کروں گی۔ سمجھے!!

موڈرن ہسبنڈ

”ڈارلنگ! تم تو بالکل مُلّانی ہو کر رہ گئی ہو جب دیکھو سجدے میں سر دیئے رہتی ہو۔ ارے ذرا تو سجدے سے سر اٹھاؤ اور دنیا کے رنگ دیکھو۔ آؤ آج ذرا کلب چلیں۔“

”جی! کلب تو میں ہرگز نہ جاؤں گی۔“

”کیا کہا؟ میرے حکم کی خلاف ورزی کرو گی۔ یہ تو خدا اور رسول کا بھی حکم ہے کہ شوہر کا ہر حکم مانو۔ تمہیں تو آج میرے ساتھ چلنا ہی پڑے گا۔ آج ہماری شادی کو چھ ماہ سے زیادہ مدت گزر چکی ہے۔ میرے تمام دوست تم سے متعارف ہونا چاہتے ہیں۔ وہ ہر روز مجھے طعنے دیتے ہیں کہ یار تُو تو بالکل ہی مُلّا ہو کر رہ گیا ہے آج تک تیری بیگم کی شکل تک نہیں دیکھی۔“

”لیکن میرے سرتاج میں غیر مردوں کے سامنے کیسے جا سکتی ہوں۔ میں مسلمان عورت ہوں اور غیر مردوں سے پردہ کرتی ہوں۔ کیونکہ [illegible] اور ایمان ہے خواہ وہ غیر مرد [illegible] کتنے ہی گہرے دوست کیوں نہ ہوں۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ لیکن میں ان کے سامنے ہرگز نہیں جا سکتی۔“

”اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے میرے دوستوں کے سامنے ذلیل اور رسوا کرنا چاہتی ہو۔۔۔ تم یہ چاہتی ہو کہ میں پوری دنیا میں اپنا منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں۔ نہ جانے میرے والدین نے ایسی کمبخت لڑکی سے میری شادی کیوں کر دی۔ نکل جاؤ میرے گھر سے فوراً نکل جاؤ۔ میں تمہاری اس مُلّائیت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے تم جیسی بیوی کی ضرورت نہیں۔ جو پانچوں وقت سجدے میں پڑی رہتی ہو۔ مجھے تو ایسی بیوی چاہیئے۔ جو میرے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلب جا سکے۔ میرے اور میرے دوستوں کے ساتھ رقص کر سکے اور ہر آنے والے دوست کا ایک حسین مسکراہٹ کے

(باقی ص۵ پر)

مثنوی مولینا رُوم کے چند اشعار

خلوص وللّٰہیت

ے کامزاں اندر مری بوزینہ طبع
آفتی آمد دردل سینہ طمع

مطلب : منکران نعمتِ الٰہی خاصانِ خدا کے ساتھ جنگ کرتے وقت بالکل بندر بن جاتے ہیں۔ اور ان کی طمعِ جاہ و حشمت ان کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہے۔

تشریح : خداوندکریم کی نعمتوں سے انکار کرنے والے انسان نہیں بلکہ بندر ہیں۔

ے ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم
آں کند کز مرد بیند دمبدم

مطلب : جو کچھ انسان کرتا ہے وہ بندر بھی کرتا ہے لیکن انسان کو دیکھ کر اس کی تقلید میں۔

تشریح : منکرینِ نعمتِ الٰہی عقل وخرد سے بےگانہ ہوتے ہیں یعنی ان کی صورت انسانوں کی سی ہوتی ہے اور ان سے انسانوں کی طرح افعال بھی سرزد ہوتے ہیں، مگر ان میں عقل و خرد کا مادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دوسروں کو دیکھ کر صرف ان کی نقل اڑاتے ہیں۔

ے او گماں بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بنید آں استیزہ جو

مطلب : کافرانِ نعمت یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی انسان ہیں اور انسانوں کے سے افعال ہم سے بھی سرزد ہوتے ہیں مگر وہ عقل وخرد کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

ے ایں کند از امرو آں بہر ستیز
بر سرِ استیزہ رویاں خاک بیز

مطلب : انسان کسی کام کو حکم الٰہی کی تعمیل میں کرتا ہے مگر بندر محض جنگ وعناد کے لئے۔ لڑنے جھگڑنے والوں کے سر پر خاک ڈالنا چاہیئے۔

تشریح : مردانِ خدا کا کوئی فعل مصلحتِ ایزدی کے خلاف نہیں ہوتا۔ لیکن منکران نعمت کے ہر فعل میں ذاتی بغض وعناد یا جلب منفعت کا جذبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسٰی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ایک کشتی توڑ دی۔ ان کا یہ فعل محض مصلحت ایزدی کے تابع اور خلوص وللّٰہیت پر مبنی تھا۔

مگر کافرانِ نعمتِ خداوندی اگر کسی غریب کی کشتی کو توڑتے ہیں تو محض اپنے جذبہ عناد وفساد کو تسکین دینے کیلئے۔

آں منافق با موافق در نماز
از پئے استیزہ آید نے نیاز ۵

مطلب: اگر کوئی منافق کسی مرد مومن کے ساتھ نماز پڑھنے بھی کھڑا ہوتا ہے تو عبادتِ خداوندی کے خیال سے نہیں بلکہ مکر و فریب اور بغض و عناد کی بنا پر۔

تشریح: منکرانِ نعمتِ الٰہی اگر کوئی اچھا کام بھی کریں تو اس میں بھی ان کی نیت خالص نہیں ہوتی۔ اور وہ کسی نہ کسی جذبہ خاص کے ماتحت اس نیک کام کو بھی کرتے ہیں۔

در نماز و روزہ و حج و زکوٰت
با منافق مومناں در برد و مات ۵

مطلب: نماز و روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ میں منافقوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور ان کی بازی مومنوں سے مات ہو جاتی ہے۔

تشریح: اگر منافقین فرائض مذہب بھی ادا کرتے ہیں تو حکم خداوندی سمجھ کر نیک نیتی کے ساتھ نہیں بلکہ کسی خاص ذاتی جذبہ کے ماتحت مثلاً یہ کہ نماز پڑھنے سے لوگ ان کی تعریف کریں۔ یا چند غریبوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دے کر وہ ان کو اپنا آلہ کار بنالیں گے اور چونکہ ان کے دلوں میں خلوص و للّٰہیت کا شائبہ نہیں ہوتا اس لئے یہ فرائض مذہبی کی ادائیگی بھی منافقوں کے لئے بیکار و بے سود ثابت ہوتی ہے۔ خداوند کریم افعال کو نہیں دیکھتا بلکہ نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص ـــ نیک کام کر رہا ہے مگر اس کی نیت فاسد ہے تو اس کا وہ نیک کام بھی فاسد ہو جائے گا۔

مومناں را برد باشد عاقبت
با منافق مات اندر آخرت ۵

مطلب: مردانِ خدا ہمیشہ انجام میں بازی لے جاتے ہیں۔ اور منافقوں کو انجام میں منہ کی کھانا پڑتی ہے۔

تشریح: چونکہ اہل ایمان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لئے انجام میں خداوند کریم ان کو فتح و نصرت عطا کرتا ہے اور منکرینِ نعمتِ الٰہی کی بدنیتی اسے ناکامیوں کے غار میں گراتی ہے۔

گرچہ ہر دو بر سر یک بازیند
لیک باہم مروزی و رازیند ۵

مطلب: اگرچہ دونوں یعنی ہر ایک ہی کام میں معروف نظر آتے ہیں لیکن ایک مروزی ہے تو دوسرا رازی۔

تشریح: انھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن بھی نماز پڑھ رہا ہے اور ایک منافق بھی۔ مگر ان دونوں کے حالات میں بہت فرق ہے۔ ایک کے دل میں خلوص و للّٰہیت ہے اور دوسرے کے دل میں ذاتی جذبات کی خلش۔

اس طرح دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے۔

مروز خراسان میں ایک شہر ہے۔

اور رے (جس سے رازی منسوب ہے) عراق میں ایک شہر ہے ـــ

دیوان حافظ کے چند اشعار

(از ——— مدیر رضوان)

نغمہ رندانہ

می دہد صبح کلہ بستہ سحاب
الصبوح الصبوح یا اصحاب

مطلب: سپیدۂ سحری دمک رہا ہے۔ ابر چھایا ہوا ہے اے دوستو! شراب صبوحی لاؤ۔

تشریح:— اے دوستو! طلب معرفت کی نئی آگ بھڑک رہی ہے اور جوانی کا زمانہ بھی ہے لہذا بادۂ حقیقت کی جرعہ کشی دل بھر کر کر لو۔ ایسا پُر بہار موقعہ پھر نہ ملے گا۔

می چکد ژالہ بر رخِ لالہ
المدام المدام یا احباب

مطلب: لالہ کے رخ پر شبنم کے قطرے ٹپک رہے ہیں اے دوستو! شراب لاؤ شراب لاؤ۔

تشریح: جوانی کے موسم پر بہار میں مطلوب حقیقی سے دل لگانے کی تعلیم پاکیزہ انداز میں دی ہے۔

می وزد از چمن نسیم بہشت
خوش بنوشید دائماً مے ناب

مطلب: باغ میں نسیم بہشت چل رہی ہے برابر مے ناب پیو اور خوش رہو۔

تخت زریں زدست گل بچمن
راح چوں لعل آتشیں دریاب

مطلب: گل نے چمن میں سنہرا تخت بچھایا ہے بادۂ گلگوں حاصل کرو۔

تشریح:— حضرت حافظ جوانی کے ایام پُر بہار میں بادۂ حقیقت کی جرعہ کشی کا مشورہ دیتے ہیں۔

در مے خانہ بستہ اند دگر
افتح یا مفتح الابواب

مطلب: مے خانہ کا دروازہ پھر بند ہو گیا! اے مفتح الابواب (یعنی دروازوں کے کھولنے والے) اسے کھول دے۔

تشریح:— تصوف میں ایک حالت اگر انبساط کی ہوتی ہے تو دوسری انقباض کی۔ موخرالذکر کیفیت میں فیوض رک جاتے ہیں اور لطائف جاری نہیں رہ سکتے۔ حضرت حافظ نے اس شعر میں اس مخصوص حالت کی طرف اشارہ کر کے خداوند کریم سے دعا کی ہے کہ تو اس حالت کو جلد رفع کر دے۔ تاکہ طالب معرفت مرشد کامل کی نظر کیمیا اثر سے فیض حاصل کریں۔ اور ان کی طبیعتوں کو انبساط نصیب ہو۔

در چنیں موسمے عجب باشد
کہ بہ بندند مے کدہ بشتاب

مطلب: حیرت ہے کہ ایسے موسم میں مے کدہ کا دروازہ اس

قدر جلد بند کردیا جائے ۔

تشریح : اس موسم بہار میں جرعہ کشانِ محبت مے خانہ میں جوق در جوق آتے ہیں لہذا ایسی حالت میں مے کدہ کا دروازہ کا جلد بند ہوجانا موجب حیرت ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ طالب معرفت کے دل میں جب آتش شوق بھڑک رہی ہے تو مرشد کامل کو اس کے حال پر زیادہ توجہ کرنی چاہیئے ۔

زاہدا مے بنوش رندانہ
فاتقوا اللہ یا اولی الالباب

مطلب : زاہدا ! رندوں کی طرح شراب پی ۔ اے صاحبان عقل خدا سے ڈرو ۔

تشریح : زاہد سے مراد زاہد ریاکار ہے جو بظاہر عبادت میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا دل عشق خداوندی سے خالی ہوتا ہے ۔ حضرت حافظ فرماتے ہیں کہ اے زاہد اہل عقل کو خداوند کریم کے قہر و جلال سے ڈرنا چاہیئے ۔ اگر تجھ کو بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل کرنا ہے تو ریاکاری کو چھوڑ اور بادہ حقیقت کی جرعہ کشی اختیار کر ۔

گرنشاں زآب زندگی جوئی
مے نوشیں بجو ببانگ رباب

مطلب : اگر تجھے آب حیات کی تلاش ہے تو رباب کی آواز پر مے نوشیں کو ڈھونڈھ

تشریح : زاہد مذکور سے فرماتے ہیں کہ اگر تجھ کو حیات ابدی کی جستجو ہے تو عشق خداوندی کی شراب پی اور نغمۂ حقیقت کو فردوسِ گوش بنا ۔

بہ رخِ ساقی پری پیکر
موسم گل بنوش بادۂ ناب

مطلب : ساقی پری چہرہ کو سامنے بٹھا اور موسم گل میں شراب خالص پی ۔

تشریح : یعنی طلب صادق کے زمانہ میں مرشد کامل کی زبان سے اسرار حقیقت سن ۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت
عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

مطلب : اے حافظ غم نہ کھا ۔ ایک دن تیرا شاہد بخت اپنے چہرے سے نقاب اٹھاوے گا ۔

تشریح : یعنے صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دے ایک دن تو فائز المرام ہوگا اور تیری سوئی ہوئی قسمت بیدار ہوجائے گی ۔ ٭

بقیہ : تاریخ کے زرّیں اوراق :

حضرت عمر بن عبد العزیز نے خادم سے کہا ۔ کہ پہلے چراغ کو گل کردو پھر مجھ سے بات چیت کرو ۔ کیونکہ اس چراغ میں جو تیل جل رہا ہے ۔ وہ بیت المال کا ہے اور اس کی روشنی صرف خلافت کے کاموں کے لئے استعمال کرسکتا ہوں ۔ میرے ذاتی کاموں کے متعلق اس چراغ کا جلنا جائز نہیں ۔

خادم نے تعمیل کی اور چراغ گل کردیا ۔ جب خادم باتیں کرکے چلا گیا ۔ تو آپ نے پھر چراغ جلایا اور امور سلطنت میں مشغول ہوگئے ۔

اس سے بڑھ کر دیانت داری اور پرہیزگاری کی مثال اور کیا ہوسکتی ہے ۔ ایک عظیم الشان حکومت کا بادشاہ اپنے نجی کاموں کے لئے بیت المال سے ایک پائی کا تیل بھی خرچ کرنا پسند نہیں کرتا ۔ ٭

تاریخ کے زرّیں اوراق

دیانت داری

حضرت عمر فاروقؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں اکثر رات کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ غریبوں اور مسکینوں کے حالات معلوم کرکے ان کی تکلیفوں کا ازالہ کرسکیں۔ ایک رات وہ حسب معمول اپنے غلام اسلم کے ہمراہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ انھیں ایک مکان سے آواز آئی:

"بیٹی! اٹھو اور اس دودھ میں کچھ پانی ملالو۔"

حضرت عمر وہاں ٹھہر گئے۔ اور انہوں نے اس کا جواب سنا۔ بیٹی نے ماں کو جواب دیا:

"اماں! کیا آپ نے امیر المومنین کا حکم نہیں سنا؟ انہوں نے منادی کرائی تھی کہ کوئی شخص دودھ میں پانی ملاکر فروخت نہ کرے۔"

ماں بولی — "بیٹی! کیا امیر المومنین ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ اٹھو اور تھوڑا سا پانی ملادو۔"

بیٹی نے جواب میں کہا:

"اماں! یہ دیانت کے خلاف ہے خدا تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ دوسرے یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم امیر المومنین کے روبرو تو ان کی اطاعت کریں اور غائبانہ خیانت۔ میں تو یہ دوہرا گناہ نہیں کروں گی۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسرے امیر المومنین کی حکم عدولی!"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں اور اسلم کو کہا۔ اس مکان کو پہچان لو۔

جب صبح ہوئی تو آپ نے اسلم کو اس مکان پر یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ یہ بڑھیا اور وہ لڑکی کون ہیں۔ اسلم نے آکر اطلاع دی کہ لڑکی بیوہ ہے اور بڑھیا اس کی ماں۔

امیر المومنین اس لڑکی کی حق گوئی اور دیانت داری پر بہت خوش تھے۔ اپنے لڑکے عاصم کے لئے پیغام بھیجا۔ ماں بیٹی نے بخوشی منظور کرلیا۔ اور یہ دیانت دار خاتون امیر المومنین عمر فاروقؓ کی بہو بن گئی۔ اس نیک بخت خاتون سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک مشہور زاہد اور عابد خلیفہ کی ماں بنی۔

پرہیز گاری

حضرت عمر بن عبدالعزیز بیت المال سے اپنے روزانہ خرچ کے لئے صرف دو درم لیتے تھے۔ جس سے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے اس کے علاوہ مسلمانوں کے بیت المال پر اپنا ذاتی خرچ بالکل نہ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں کچھ سرکاری کاغذات دیکھ رہے تھے اتنے میں آپ کا خادم آیا اور آپ کے ذاتی کاموں کے متعلق گفت گو کرنے لگا۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

قرآن مجید پڑھنے کا بیان

(از: حضرت علامہ عبد المصطفٰے الازہری جامعہ رضویہ ہارون آباد)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

٭ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (مزمل)

"قرآن سے جو میسر آئے پڑھو۔"

اور فرماتا ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ - (اعراف)

"جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔ اس امید پر کہ رحم کئے جاؤ۔"

٭ **حدیث ۱-۲**: حضرت ابوموسیٰ اشعری و ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب امام پڑھے تو سب خاموش رہو۔ (مسلم جلد اول ص ۱۷۴)

٭ **حدیث ۳ تا ۵**: امام بخاری و مسلم نے عبادہ بن صامت سے روایت کی کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں یعنی نماز کامل نہیں۔ چنانچہ دوسری روایت صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ سے ہے فہی خداج وہ نماز ناقص ہے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو امام ہو یا تنہا پڑھتا ہو اور مقتدی کو خود پڑھنا نہیں بلکہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو امام محمد ترمذی و حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس کی مثل امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔ امام حلبی نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

٭ **حدیث ۶**: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں کچھ قرآن نہ پڑھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۱۵)

٭ **حدیث ۷ تا ۱۰**: امام ابوجعفر شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال ہوا ان سب حضرات نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرو۔

٭ **حدیث ۱۱-۱۲**: امام محمد نے موطا میں روایت کی کہ عبداللہ بن مسعود سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا: خاموش رہے کہ نماز میں شغل ہے اور امام کی قرأت تجھے کافی ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں دوست رکھتا ہوں۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

٭ **حدیث ۱۳**: امیر المومنین عمر فاروق فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔

٭ **حدیث ۱۴**: حضرت علی سے منقول ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت سے خطا کی۔

قسط اول

ضرورت رسالت

حضرت مولانا مولوی محمد رمضان صاحب فاضل حزب الاحناف لاہور

رب تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو عقل بخشی اور انسان نے بذریعہ نظر و فکر کے خداوند تعالیٰ کو پہچانا۔ یہاں تک کہ مشرکین بھی خدا کی ہستی کے قائل تھے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے۔ بت نہیں ۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

ولئن سألتهم من خلق السموات و الارض ليقولن الله ۔

ترجمہ: "اگر آپ بت پرستوں سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور بالضرور یہ کہیں گے کہ اللہ نے ۔"

اب بندوں کو ہدایت کرنے کے لئے اور نیک و بد معلوم کرانے کے لئے مصلحت ہوئی کہ انبیاء کرام کو بھیجا جائے جو انہی میں سے ہوں۔

الجنس الی الجنس یمیل جنس

جنس کی طرف رغبت کرتی ہے۔ اور ان کے ذریعہ اوامر نواہی سے انہیں مطلع کیا جائے۔ کہ تمہارا پروردگار کن کاموں سے خوش ہے۔ اور کن کاموں سے ناراض ہے۔ اور کونسی چیزوں کا استعمال ان کے لئے حلال ہے اور کونسی چیزوں کا استعمال ان کے لئے حرام ہے اور کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن عورتوں سے حرام وغیرہ وغیرہ

اور اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کو نہ بھیجتا۔ تو بندے اپنے برے اعمال کرنے میں معذور ہوتے اور نہ معذب ہوتے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے :

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ۔

ترجمہ: "ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک ایک رسول کو نہ بھیجدیں۔"

اور اگر رسول اور نبی کو اللہ تعالیٰ نہ بھیجتا تو قیامت کے روز بندے کہتے کہ یا رب ہمیں کوئی خبر نہ تھی۔ کہ کون سے فعلوں سے تو راضی ہے اور کون سے فعلوں سے تو ناراض ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں :

رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ
لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ
حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے بنا کر بھیجا تاکہ رسولوں کے مبعوث فرمانے کے بعد بندوں کو اللہ تعالیٰ پر حجت نہ ہو۔"

نیز انسان مرکب ہے روح اور جسم سے ۔ تو اس کے جسم کی بقا کے لئے اور صحت و تندرستی کے لئے دواؤں اور غذاؤں اور فواکہہ کو پیدا فرمایا اور روح کی بقا و صحت کے لئے وحی کے سلسلہ کو جاری فرمایا جس کے ذریعہ سے روح کو حظ اور تلذذ ہوا۔ اور چونکہ بدن انسان اس عالم عناصر سے بنا تھا۔ اس لئے اس کی نگہداشت و صحت و بقا کے لئے اس عالم سے دوائیں اور غذائیں پیدا کیں ۔ اور روح انسانی عالم بالا اور عالم امر سے آئی تھی ۔ تو اس کی بقا کے لئے اسی عالم سے وحی و الہام کا سلسلہ شروع ہوا ۔ کیونکہ ایک قسم کی تقسیم کے لحاظ سے عالم دو ہیں ۔

۱۔ عالم خلق —— اور

۲۔ عالم امر

تو ماتحت العرش عالم خلق ہے۔ اور ما فوق العرش عالم امر ہے ۔ تو عالم خلق کی اشیا کثیف و ثقیل ہیں ۔ اور عالم امر کی اشیا نورانی ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتے نورانی ہیں اور جنت کی اشیا نورانی ہیں ۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ اگر جنت کی ایک حور اپنے بالاخانے سے جھانکے تو تمام عالم جگمگا اٹھے اور ان کی پنڈلیوں کا گودا باہر سے دکھائی دیتا ہے اور جنت کی دیواریں ایسی صاف شفاف ہیں کہ جنت کے محل کے اندر سے باہر کی چیزیں نظر آتی ہیں ۔ اور باہر سے اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں اور جسم انسان چونکہ اس عالم سے بنا ہوا ہے ۔ کثیف و ثقیل ہے ۔ نظر بھی آتا ہے اور روح چونکہ عالم نورانی سے آئی ہے لطیف ہے نظر نہیں آتی ۔ لہذا جب انسان مرتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب پاس ہی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے ۔ اور دکھائی نہیں دیتی ۔ اور روح ہی بدن انسان میں آنکھ کے آلہ سے دیکھتی ہے ۔ اور کان کے آلہ سے سنتی ہے اور جب بدن سے نکل جاتی ہے تو انسان مردہ کہلاتا ہے ۔ اور بیکار ہو جاتا ہے ۔ لیکن روح بدن سے مفارقت کرنے کے بعد باقی رہتی ہے ۔ اسی کی طرف حدیث شریف مشعر ہے ۔

خُلِقتُم للابد

تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو ۔

اور بعد مرنے کے روح کا ادراک و شعور باقی رہتا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ :

- "جب تم قبرستان میں داخل ہو تو کہو السلام علیکم یا اہل القبور ۔"
- انتم لنا سلف و نحن لکم تبع ۔ اے قبر والو تم پر سلام ہو تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تم سے بعد آنے والے .... الخ

اور —— ! اگر روح کے لئے ادراک و شعور باقی نہ رہتا تو یہ مخاطبہ و مکالمہ جو تعلیم نبی علیہ السلام سے ثابت ہے بیکار و لغو ہوتا اور اگر اللہ تعالی نبیوں کو مبعوث نہ فرماتا اور بندوں کو معطل و بیکار چھوڑ دیتا تو ہر ایک شخص اپنی رائے سے ایک چیز کو حسن اور ایک چیز کو قبیح سمجھتا اور دوسرا شخص اس کے برخلاف رائے قائم کرتا اور عالم میں فساد برپا ہو جاتا ۔ ایک شخص کہتا کہ یہ چیز حلال ہے دوسرا کہتا حرام ہے اور ہر شخص دوسرے شخص کی پیروی نہ کرتا کیونکہ ترجیح بلا مرجح ہوتی کیونکہ تمام انسان برابر تھے ۔

(باقی آئندہ)

(آخری قسط)

حدیث دین میں یقینی حجّت ہے

۶۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے۔

﴿ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم۔ (احزاب ع ۱)

ترجمہ: "نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانوں سے"۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت پر جو دو سطریں لکھی ہیں ان کے نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔:

﴿ "نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان مال میں اتنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔"

۷۔ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری اور شرط ایمان ہے۔

﴿ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین۔

(توبہ ۔ع ۸)

ترجمہ: "اور اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کرنا ان کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔"

۸۔ اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین اور اللہ کی ہدایت سے محروم رہنے والے ہیں۔

﴿ قل ان کان آباءکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا أحبّ الیکم من اللہ و رسولہ وجہادٍ فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین ٥

توبہ ۔ ع ۳

ترجمہ: "اے پیغمبر کہہ (مسلمانوں کو) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارا کمایا ہوا مال اور تمہاری تجارت جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جن

کو تم پسند کرتے ہو۔ (اگر یہ ساری چیزیں)
تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے
رسول سے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے سے
تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ کرے اللہ اپنا فیصلہ
اور (یاد رکھو) کہ اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسق
لوگوں کو۔"

۹۔ اللہ کے رسول جب کسی کام کے لئے دعوت دیں اور پکاریں
تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن پر فرض ہے۔

٭ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا
للہ و للرسول اذا دعاکم لما
یحییکم۔ (انفال ۔ ع ۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے
رسول کا جب بلاوے تم کو اس کام کی طرف جس
میں تمہاری حیات ہو۔"

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے
لوگوں کو بلائیں تو بلا اجازت اٹھ کر چلا جانا کسی مومن کے لئے
جائز نہیں۔ اور جو ایسا کریں گے ان کے لئے عذاب الیم کا
اندیشہ ہے۔

٭ انما المومنون الذین آمنوا
باللہ و رسولہ و اذا کانوا
معہ علی امر جامع لم یذہبوا
حتی یستاذنوہ۔ (النور ع ۹)

ترجمہ: "ایمان والے وہی ہیں جنہوں نے مانا ہے اللہ
کو اور اس کے رسول کو اور (جن کا طریقہ یہ
ہے کہ) جب وہ کسی اجتماعی کام میں اس کے
رسول کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو کہیں نہیں جاتے
تاوقتیکہ اس سے اجازت نہ لے لیں۔"

آگے اسی سلسلہ میں ان لوگوں کے بارے میں جو بلا اجازت چپکے
سے سرک جاتے تھے۔ فرمایا گیا ہے۔

٭ فلیحذر الذین یخالفون عن
امرہ ان تصیبہم فتنۃ او
یصیبہم عذاب الیم۔
(النور ع ۹)

ترجمہ: "پس ڈرنا چاہیئے ان لوگوں کو جو خلاف چلتے ہیں
اس کے حکم سے اس بات سے کہ مبتلا ہوں وہ
کسی سخت فتنہ میں یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔"

٭ رسول کے مقام و منصب کا بیان ایک مستقل موضوع
ہے اور اگر اس پر شرح و بسط سے لکھا جائے تو جتنا لکھا جا چکا
ہے اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں
آیتیں اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

لیکن یہاں اس وقت ان ہی اشارات پر اکتفا کر کے
میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن مجید سے آپ کا مطاع، متبوع
امام و ہادی، آمر و ناہی، حاکم و حکم وغیرہ ہونا ثابت ہو
گیا تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ دین کے سلسلہ کا آپ کا ہر امر و
نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل واجب التسلیم اور لازم
القبول ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک اس دنیا
میں رونق افروز رہے امت نے آپ کی اور آپ کے ارشادات
اور اسوہ حسنہ کی یہی حیثیت سمجھی اور آپ کے ارشادات کو بلا
واسطہ سننے والے اور آپ کے اعمال و افعال کو بچشم خود دیکھنے

والے صحابہ کرام نے علم و ہدایت کے اس پورے خزانے کی غیر معمولی اہتمام اور شغف کے ساتھ حفاظت کی اور پوری امانت کے ساتھ بعد والوں کو پہنچایا۔

پھر بعد کے قرنوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث و سنن کے اس بے پایاں دفتر کی تدوین و ترتیب۔ تحقیق و تنقید۔ تعلیم و تعلّم۔ ترجمہ و تشریح۔ حفظ و اشاعت اور اس سے متعلق بہت سے مستقل علوم و فنون[1] کی ایجاد اور پھر ہر فن میں بہتر سے بہتر تالیف تصنیف وغیرہ وغیرہ سیکڑوں قسم کی خدمات کی ایسی توفیق دی جو کبھی کسی قوم اور کسی امت کو نہیں ملی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے گئے پونے چودہ سو سال کے قریب مدت گزر چکی ہے لیکن آپ کے ارشادات اور اسوہ حسنہ کی روشنی ہر راہ رو کے لئے آج بھی ایسی ہی موجود ہے جیسی کہ قرن اول میں تھی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ نبوت ختم کر دیئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات اور آپ کے اسوہ حسنہ کی حفاظت کا یہ انتظام ہونا ضروری بھی تھا۔

جب کہ آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر اب قیامت تک آنے والا نہیں ہے۔ اور آپ ہی اس دنیا کی آخری نسل تک کے لئے جب نبی ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمات و ہدایات اور آپ کا اسوہ حسنہ اس دنیا کے آخری دن تک محفوظ رہے تاکہ ہر زمانہ کے طالبانِ ہدایت اس سے وہ روشنی اور وہ نور حاصل کر سکیں۔ جو آپ کے زمانہ میں آپ پر ایمان لانے والے خوش نصیب آپ کی مقدس اور منور ہستی سے حاصل کیا کرتے تھے۔

آج کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ پچھلی ساڑھے تیرہ صدیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل یہ انتظام رہا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی یہ خداوندی انتظام یوں ہی رہے گا اور اس مقصد کے لئے جب جس خدمت کی ضرورت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندوں کو اس کی توفیق ملتی رہے گی۔

---

[1] : حدیث و سنّت سے متعلق ساٹھ سے اوپر مستقل علوم و فنون ہیں جن میں سے بعض بعض پر لا محالہ ہزاروں تصانیف ہیں اگر صرف علوم حدیث سے متعلق تصانیف کی کوئی مکمل فہرست تیار کی جائے تو کئی ہزار صفحات پر آئے گی۔

(ختم شد)

بقیّہ: ارغام ہاذر بجواب نقش ماہر:

قد کفرتم بعد ایمانکم۔

٭ یہ کون کہتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام عبد نہیں۔ بشر نہیں۔ انسان نہیں۔ اولاد آدم نہیں۔ مگر کہنے کہنے کا فرق ہوتا ہے اور اسی فرق کے ذریعہ نیت اور اس کی نیت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے بھی تو کہا تھا۔ ءاسجد لبشر خلقتہ من طین۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا تھا ما نراک الا بشرا مثلنا۔ اور دوسرے کافروں نے اپنے نبیوں سے کہا۔ انؤمن لبشرین مثلنا اور مکہ کے کافروں نے کہا مالھذا الرجل یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ (باقی آئندہ)

(قسط نمبر ۷)

ارغامِ ہاذر بجواب نقشِ ماہر

(از: مولانا مولوی علامہ مفتی عبد الحفیظ صاحب حقانی خطیبِ اعظم کراچی)

آپ آیۂ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لکھ کر فرماتے ہیں۔ کہ اس کے ترجمہ میں ی کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"تم کہو اے میرے بندو (یعنی محمد رسول اللہ کے بندو)" !

حالاں کہ پورا قرآن ان اہل بدعت کی اس نکتہ شناسی کی نفی کرتا ہے۔

جناب ماہر صاحب اگر قرآن کے انداز پر ذرا بھی غور کرتے تو انھیں اس نکتہ چینی کی کبھی جرأت نہ ہوتی۔

ماہر صاحب کو غالباً یہ نہیں معلوم کہ ہر قول کا ایک مقولہ ہوتا ہے۔ جو اسی قائل کا ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کا۔

مثلاً آیہ کریمہ ہے

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔

"اے نبی کہئے !....."

اب اس کے بعد یا ایہا الناس حضور ہی کا مقولہ ہے یعنی یہ بات حضور نے فرمائی کہ "اے لوگو ! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔"

یا ایہا الناس خدا کا مقولہ نہیں ورنہ معنے یہ ہو جائیں گے کہ خدا فرماتا ہے۔

"میں رسول ہوں۔"

اسی طرح :

"قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔

یا ایہا الکافرون ...... الآیہ حضور کا مقولہ یعنی حضور فرما رہے ہیں :

"اے کافرو جس کو تم پوجتے ہو اس کو میں نہیں پوجتا۔"

معاذ اللہ۔ اگر خدا کا مقولہ کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میں اس کی پوجا نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی سے فرمایا

قل انما انا بشر مثلکم..... الآیہ

"اے نبی کہہ دیجیے۔ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔"

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مقولہ ہے نہ کہ معاذ اللہ خدا کا۔

غرضیکہ ! قل قال یقول کے بعد جو جملہ ہوگا
وہ قائل ہی کی بات ہوگی نہ کہ دوسرے کی۔

اب یہاں دیکھیے :

قل۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے نبی کہہ دیجئے۔

اس کے بعد ہے "یا عبادی الذین اسرفوا" تو یہ مقولہ حضور ہی کا ہوگا۔ اور جب حضور کا ہوا تو لامحالہ یاء متکلم حضور ہی کے لئے ہوئی۔ اس کے آگے ہے :

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

اگر یا عبادی خدا کا مقولہ ہوتا تو فرمانا چاہیے تھا۔

لاتقنطوا من رحمتی۔

تاکہ انداز سخن ایک سا ہو جاتا۔ یعنی اللہ فرماتا ہے۔

"اے میرے بندو ! میری رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

بعد میں من رحمۃ اللہ یہ ہی بتا رہا ہے کہ یا عبادی حضور کا مقولہ ہے اور حضور فرما رہے ہیں۔

"اے میرے بندو (عباد) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

بہرحال اس توجیہ کی بڑی گنجائش ہے جو ایک قاعدہ نحو کے ماتحت ہے۔ بیگانہ نہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

اب اس کی تائید بھی ملاحظہ فرمایئے :

"مولوی اشرف علی صاحب نے لکھا۔ کہ قرینہ بھی اسی معنے کا ہے۔ آگے فرماتا ہے۔

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔"

{ شمائم امدادیہ کا ترجمہ
نغمات مکیہ ص ۱۳ }

جناب ماہر صاحب !

حاجی امداد اللہ صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب آپ کے نزدیک عاشقان رسول ضرور ہیں اور بقول آپ کے ان کی توحید کے معاملہ میں اتنی بے پرواہی اور تساہل اور ڈھیل اور ایسے ایسے نکتے تراشنے والے اور لطیفے اختراع کرنے والے ہوئے۔ یا نہیں۔؟ اور ان کی توحید غبار آلود بلکہ مجروح ہوئی یا نہیں۔؟

فرمایئے۔ ان کے دل میں توحید کا مزہ اور اس کی صحیح اہمیت کا احساس ہے یا نہیں۔ فرمایئے یہ اہل بدعت ہوئے یا نہیں۔؟

اور کیا فرمائیں گے آپ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں۔ وہ فرماتے ہیں :

"بندہ خود خواند احمد در رشاد۔"

فرمایئے۔ ان کی توحید بھی مجروح ہوئی یا نہیں۔ اور یہ بھی لطیفہ اختراع کرنے والے ہوئے یا نہیں ؟

اور کیا فرماتے ہیں آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ وہ فرماتے ہیں :

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ۔

"میں حضور کے ساتھ تھا اور میں ان کا بندہ اور

خادم تھا۔"

یہاں بھی وہ ہی فتوے جڑ دیئے۔

جناب ماہر صاحب !

ان حضرات کے مقابلہ میں آپ کے اجتہاد کی کیا حیثیت و وقعت ہے۔ یہ تیرہ سو برس کے بعد آج آپ کو توحید نظر آئی۔ اور وہ بھی ایسی کہ جس نے سب کو مشرک قرار دیا۔ براہ مہربانی آپ اپنی توحید کی پڑیا باندھ کر اپنے علم کی تجوری میں محفوظ رکھئے۔

اور ہاں کیا فرمائیں گے آپ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی کے بارے میں جو اپنے پیر مولوی رشید احمد کے مرثیہ میں لکھتے ہیں :-

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کے ان کے لقب ہے یوسف ثانی

یہ مسلمانوں کو مولوی رشید احمد کے بندے کہہ رہے ہیں اور اتنی تعلّی کے ساتھ کہ ان کے کالے بندے کو یوسف ثانی قرار دے رہے ہیں۔

آپ اسی پر رو رہے تھے کہ اہل بدعت نے مسلمانوں کو حضور کا بندہ بنا دیا۔ اور یہ آپ کے گھر کے لوگ آپ کے رونے کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حضور کے علاوہ مسلمانوں کو ایک مولوی کا بندہ بنا رہے ہیں۔

جناب ماہر صاحب !

ذرا خلوت کے اوقات میں سوچیے۔ اور اپنے قلم کا ماتم کیجیے۔

انبیا کی دعائیں

جناب ماہر صاحب کو بڑی آزادی اور بڑے اطمینان کا وقت مل گیا ہے کہ خوب جی بھر بھر کے نقص کی جویائی کی ہے اور ہر پہلو وہ ہی اختیار کیا ہے جس میں خدا کے محبوب بندوں کی قدر و منزلت گھناؤنی ہی دکھائی دے۔ اس سرخی کے ماتحت آپ علمی مظاہرہ فرماتے ہیں۔

"اس لیے قرآن پاک کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے انبیا کے حالات بالکل سادہ الفاظ میں بیش کیے ہیں۔ جس میں سب سے زیادہ اور ان کی عبدیت اور بشریت پر دیا گیا ہے۔"

جناب ماہر صاحب !

آپ نے قرآن بھر میں سے صرف وہ ہی آیتیں یاد کر لی ہیں یا کروائی گئی ہیں جن میں عبدیت و بشریت کا تذکرہ ہے اور وہ آیتیں شاید آپ کے قرآن میں نہیں جن میں خلیفۃ اللہ ہونے اور فرشتوں کے سجدہ کرنے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سجدہ کرنے اور سلطنت و حکومت کے دیئے جانے اور مرتبہ خلت و ہمکلامی سے مشرف فرمانے اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے لقب دیئے جانے اور ورفع بعضہم درجات کی منزل پر پہنچنے اور نور منور ہونے اور شاہد و سراج منیر کے خطاب ملنے اور لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعا بعضکم بعضا کا شرف عطا فرمانے اور جن کے دربار میں ذرا چلّا کر بولنے پر اعمال کے بیکار ہو جانے اور جن کی شان میں ذرا سی گستاخی کو کفر و ارتداد ٹھیرانے اور جن پر ایمان لانے کے لئے تمام انبیا کو حکم دیئے جانے کے جلیل و جمیل تذکرے ہیں اور وہ بھی سادہ طریقے سے نہیں۔ بلکہ اس طرح

ءاباللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستہزءون لا تعتذروا (باقی صفحہ ۱۹)

(قسط نمبر ۷)

حضرتِ خالد بن ولید

عراق میں پہلی لڑائی

حضرت خالد یمامہ سے آگے بڑھے تو راستہ میں دشمنوں کے کئی گروہوں سے مقابلہ ہوا لیکن ہر ایک نے شکست کھائی۔ اور بہت سے لوگ اسلامی جھنڈے کے نیچے آگئے۔

جب حضرت خالد بصرہ کے قریب پہنچے تو حفیر کے حاکم ہرمز کو ان کے آنے کی خبر ہوئی۔ اس نے شاہِ ایران کو لکھا کہ بہت جلد امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ خود اس کے پاس جو فوج تھا اسے لے کر آگے بڑھا۔ خلیج فارس کے پاس شہر کاظمہ میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ یہ جگہ لڑائی کے اعتبار سے بڑی اہم تھی۔ عرب و ہند کے خشکی اور تری کے راستے یہیں ملتے تھے۔

حضرت خالد نے ہرمز کے سامنے پہلے اسلام پیش کیا پھر فرمایا کہ اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو جزیہ (حفاظتی ٹیکس) دینا منظور کرو۔ اسلامی حکومت کے ماتحت عدل و انصاف کے ساتھ رہو۔ ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔

ہرمز نے دونوں باتیں بری طرح سے ٹھکرا دیں اور لڑنے پر [illegible] ہوگیا۔ اپنے سپاہیوں کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں تاکہ میدان سے بھاگ نہ سکیں۔ لیکن اس طرح باندھی ہوئی فوج کہاں مقابلہ میں ٹھہر سکتی ہے۔ حضرت خالد نے میدان میں اترتے ہی ہرمز پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس کی ساری فوج حضرت خالد پر ٹوٹ پڑی تھا۔ اس نازک موقع پر قعقاع بن عمر نے اپنے پورے دستے کے ساتھ ایسا حملہ کیا کہ دشمن کے دل دہل گئے۔ ادھر حضرت خالد کے ہاتھوں ہرمز مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی تمام فوج تتر بتر ہوگئی۔ ایرانی شان کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہرمز کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ تھی۔

حضرت خالد نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ ٹوپی بھی دربارِ خلافت میں بھیجدی۔

چند اور معرکے

ہرمز کی مدد کے لئے ایران کی طرف سے ایک مشہور سپہ سالار قارن کی ماتحتی میں ایک اور فوج روانہ کی گئی تھی۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز کو شکست ہوگئی۔ قارن نے بھاگے ہوئے سپاہیوں کو پھر جمع کیا۔ اور اپنی فوج کے ساتھ انھیں شامل کر کے حضرت خالد کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں ایرانیوں کو شکست ہوئی [illegible] خود قارن ایک مسلمان مجاہد حضرت معقل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس لڑائی کے بعد حضرت خالد نے اسلامی لشکر کے سواروں کا امیر سعید بن نعمان کو بنا دیا۔ اور پیدل لڑنے والوں کو سوید بن مقرن کی ماتحتی میں کر دیا اور خود دشمن کے حالات کی ٹوہ میں لگ گئے۔

ادھر ادھر کی کھوج سے معلوم ہوا کہ کسریٰ (شاہ ایران) نے دو نامور سپہ سالاروں اندرزغر اور بہمن کو دو بڑی فوجیں دے کر بھیجا ہے۔ حضرت خالد نے سوید بن مقرن کی فوج کو پیچھے چھوڑا۔ اور خود ساری فوج کو لے کر آگے بڑھے۔

ولجہ میں دشمن کا سامنا ہوا۔ حضرت خالد نے ساحل کے قریب مورچہ بندی کی تھوڑی فوج نچلی جگہوں میں چھپا دی۔ بڑی دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دونوں فوجیں تھک کر چور ہو گئیں۔ تو چھپے ہوئے مسلمانوں نے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کر دیا۔ دشمن اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اور بھاگنا شروع کیا۔ لیکن ہر طرف سے گھر چکے تھے۔ جدھر سے بھاگنے کا رخ کرتے مارے جاتے۔ پھر بھی بہت سے بھاگے۔ اندرزغر بھی بھاگتے بھاگتے مارا گیا۔

اس لڑائی میں ایرانی سرداروں نے آس پاس کے تمام سپاہیوں کو شریک کر لیا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیونکہ وہ حاکموں کے دباؤ سے شریک ہوئے تھے۔

جب دشمن کے سردار مارے گئے اور باقی سپاہی بھاگ گئے تو تمام آبادی خوشی سے اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گئی۔

اس لڑائی میں سے ایک سردار بہمن کسی طرح بچ کر نکل بھاگا یہ اپنی فوج لے کر الیس پہنچا۔ مگر جب اسے اندرزغر کی موت کی خبر ملی تو اس کی ہمت پست ہو گئی۔ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے الیس کے حاکم باجان کو اپنی فوج کا افسر بنایا اور کہا کہ میں اردشیر سے مشورہ لینے ایران جا رہا ہوں۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اردشیر بستر مرگ پر پڑا موت اور زندگی کی کھینچا تانی میں مبتلا ہے۔

الیس ایک فوجی چھاؤنی تھی۔ دوسری فوجی چھاؤنیوں کی فوجیں بھی باجان کے پاس جمع ہو گئیں اور الیس فوجوں سے بھر گیا۔ یہ ایسا شہر تھا جہاں سے تمام کھانے پینے کی چیزیں حاصل ہوتی تھیں۔ باجان نے اسے پورے طور پر گھیر لیا تھا۔

حضرت خالد نے سوچا کہ اگر یہاں اسی طرح دشمن فوج پڑا جمائے بیٹھی رہی۔ تو مسلمان بھوکوں مرنے لگیں گے اس لئے حضرت خالد نے لڑائی میں جلدی کی۔

پہلے حسب معمول اسلام کی دعوت پیش کی۔ پھر اسلام کی منصفانہ حکومت کو مان لینے کا مشورہ دیا۔ لیکن جب دشمنوں نے ان باتوں پر توجہ نہ کی تو خدا کا نام لے کر لڑائی شروع کر دی۔ مگر جلد ہی دشمن صلح پر راضی ہو گئے۔ اور اقرار کیا کہ سالانہ کچھ رقم دیا کریں گے۔ اور جو لوگ مسلمانوں سے دشمنی کریں گے ان کا پتہ لگا کر اسلامی فوج کو تمام حالات کی خبر دیتے رہیں گے۔

حیرہ کی صلح

حضرت خالد یہاں سے فارغ ہو کر حیرہ کی طرف بڑھے۔ یہ شہر ایران کی ماتحت ریاست کا پایہ تخت تھا۔ راستہ میں جو آبادیاں پڑیں انہوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ صرف ایک جگہ مسلمانوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اس سے دشمن کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور حیرہ تک پہنچ گئے۔ (باقی صـ ۲۶ پر)

ذکرِ اخیار

سیّد بُلّھے شاہ قصُوری علیہ الرحمۃ

حضرت سید عبداللہ شاہ عرف بُلّھے شاہ قصوری ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ آپ کا عرس مبارک قصور میں ہوتا ہے۔ آپ کی کافیاں اتنی اثر انگیز ہوتی ہیں کہ ان کو سن کر لوگ وجد میں آجاتے ہیں۔

حضرت بُلّھے شاہ کے والد ماجد کا نام حضرت سخی شاہ درویش محمد تھا۔ آپ اُچ گیلانیاں (سابق سندھ) کی سکونت ترک کر کے موضع ملک وال میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت بُلّھے شاہ اُچ شریف میں پیدا ہوئے اور ۶ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ ملک وال آئے تھے۔

آپ ایک روز ملک وال کے بچوں کے ساتھ چینا کھیل رہے تھے۔ آپ کے والد ان کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ تسبیح لئے یہ کلمات فرما رہے تھے:

لوکاں دیاں جپ مالیاں
تے بابے دا جپ مال
ساری عمراں مالا پھیری
اک نہ کُھتا وال!

چینا ایں چھڑیندا لال

آپ کے والد ماجد یہ کلمات معرفت سن کر وجد میں آ گئے اور یہی واقعہ بعد میں آپ کے حصول عرفان کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص پانڈو بھٹی اپنے کاروبار کے سلسلہ میں ملک وال کے قریب تلونڈی کے مقام پر گیا۔ اس سے وہاں کے لوگوں نے دریافت کیا کہ تم نے پانڈو کے نام سے جو گاؤں آباد کیا ہے وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہاں کی زمین بہت اچھی ہے۔ خوب پیداوار ہوتی ہے کمی صرف یہ ہے کہ وہاں کوئی سید صاحب یا مولوی صاحب نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ کہ یہاں قریب ہی ایک بزرگ اُچ سے آئے ہیں چلو ان کے پاس چلیں۔

تمام لوگ سخی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور اپنے اہل و عیال کو لے کر پانڈو بھٹی کے موضع پانڈو چلے گئے۔ والد ماجد تو مسجد میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مویشی چرانے کا کام بلھے شاہ کے سپرد کر دیا۔

ایک روز بلھے شاہ مویشی لے کر باہر گئے اور ان کو چرتا چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ پاس ہی ایک چینے کا کھیت تھا۔ مویشیوں نے اس میں چرنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں کھیت کا مالک جیون خاں آ گیا۔ اس نے اپنے کھیت کی تباہی دیکھی تو مویشیوں کے چرواہے کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ جیون خاں چرواہے کو تلاش کرتا ہوا اس درخت کے پاس پہنچا جس کے نیچے بلھے شاہ استراحت فرما رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ بلھے شاہ

سو رہا ہے۔ اور ایک اژدہا ان کے چہرے پر اپنے پھن کا سایہ کئے بیٹھا ہے۔ جیون خاں نے سمجھا کہ اژدہے نے بلھے شاہ کا خون پی لیا ہے۔ وہ بھاگا ہوا گاؤں گیا۔ اور آپ کے والد سے کہا کہ آپ کے صاحبزادے نے میرا کھیت ویران کر دیا ہے اور وہ خود درخت کے نیچے مُردہ پڑا ہے۔ والد نے پوچھا۔ کیا تم نے میرے بچے کو مار دیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ جس نے مارا ہے وہ اس کے پاس بیٹھا ہے۔ جیون خاں بلھے شاہ کے والد کو موقع پر لے گیا۔ باقی لوگ تو پیچھے کھڑے رہے اور ان کے والد جب آگے بڑھے تو سانپ آہٹ پا کر بھاگ گیا۔ جب بلھے شاہ کے چہرے کو دھوپ کی گرمی محسوس ہوئی تو آپ جاگ اٹھے۔ اور ان کے والد ماجد ان تک پہنچ گئے۔ اور کہا۔ ہم پردیسی ہیں۔ تم سے لوگوں کو شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ بلھے شاہ نے پوچھا کیا شکایت ہے۔ والد نے کہا۔ تم نے مویشی چھوڑ کر جینے کا کھیت ویران کر دیا ہے۔ بلھے شاہ نے جواب دیا۔ دیکھئے! کھیت اجڑا نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ سرسبز ہو گیا ہے۔ کھیت کے مالک نے جب دیکھا کہ کھیت واقعی پہلے سے بہت زیادہ سرسبز ہو گیا ہے تو وہ خوش ہو گیا۔ اور کھیت بلھے شاہ کو ہی دے دیا۔ اس کھیت کا ایک حصہ اب بھی بلھے شاہ کے مزار کی ملکیت ہے۔

بلھے شاہ کی اور بھی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ مگر بلھے شاہ کو شہرت دوام ان کے صوفیانہ کلام نے بخشی ہے۔ ان کی غیر فانی شاعری کے ساتھ ان کا نام بھی زندہ جاوید ہو گیا ہے۔ بلھے شاہ وارث شاہ کے ہم مکتب تھے۔ اور یہ دونوں جامع مسجد کوٹ اندرون قصور کے خطیب حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ بلھے شاہ کا مقبرہ بہت شاندار اور خوبصورت ہے۔ اور مرجع خلائق ہے اور عرس میں شرکت کے لیے دور دراز علاقوں کے باشندے قصور آتے ہیں۔

بقیہ: حضرت خالد بن ولید

پہلے شہر والوں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن جب اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ دشوار ہے تو حیرہ کا حاکم عبدالمسیح حضرت خالد کے پاس آیا اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت خالد نے یہ درخواست منظور کر لی۔

حیرہ والوں نے ایک لاکھ نوّے ہزار سالانہ خراج ادا کرنے کا عہد کیا۔ حضرت خالد نے انھیں ایک صلح نامہ لکھ کر دے دیا جس میں جان۔ مال۔ املاک۔ مکانات اور عبادت گاہوں کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا۔

حیرہ کے بعد ارد گرد کے کسانوں نے بھی صلح کر لی۔

خاص حیرہ کے باشندوں نے بہت سے تحفے حضرت خالد کی خدمت میں پیش کئے۔ جیسے کہ وہ ایرانی سرداروں کو دیا کرتے تھے۔ لیکن اسلامی حکومت کا کوئی سپاہی یا افسر۔ حاکم یا سردار قاضی یا جج تحفے نہیں قبول کر سکتا۔ بلکہ وہ اسے رشوت سمجھتا ہے حضرت خالد نے ان کے تحفے جزیہ اور ٹیکس کے طور پر قبول کر لئے اور انھیں بھی تمام سامان کے ساتھ دربار خلافت میں بھیج دیا۔

پھر حضرت خالد نے چھوٹے چھوٹے کئی دستے دجلہ اور فرات کے کنارے والے چھوٹے چھوٹے شہروں میں بھیجے تاکہ تمام باشندوں کو علم ہو جائے کہ اب ان پر ایرانیوں کا قبضہ نہیں رہا۔ (باقی آئندہ)